1590

سوانح عمری

خان بہادر سید عین الدین صاحب

ایم۔بی۔ای۔بی۔اے (علیگ)

انسپکٹر جنرل رجسٹریشن ممالک متحدہ آگرہ واودھ

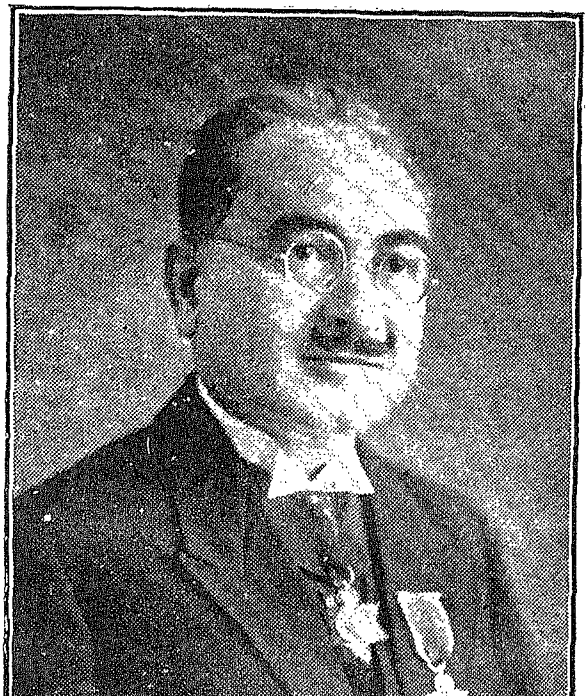
از قلم

رائیصاحب منشی شمبھو دیال بھٹناگر اڈیٹر آفتاب وکسان فیض آباد

مطبوعہ

آفتاب پریس فیض آباد

۱۹۳۸



Khan Bahadur
SYED AIN-UD-DIN, Esqr. M.B.E.

خان بہادر سیّد عین الدّین صاحب
ایم۔ بی۔ ای۔ بی اے (علیگ)

سیّد عین الدّین ۱۳۔ ستمبر ۱۸۸۴ء مطابق ۲۲۔ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ بروز شنبہ آگرہ میں پیدا ہوئے۔ اُن کا سلسلۂ نسب ساداتِ جعفری زینبی سے ملتا ہے۔ اُن کے والد خان بہادر مولوی سیّد زین العابدین سب جج مچھلی شہر کے ایک ممتاز سیّد زادے تھے۔ اور الہ آباد۔ بنارس۔ جونپور کے اضلاع میں اُن کا خاندان ایک خاص اثر اور اقتدار رکھتا تھا اور علم و فضل کے لئے مشہور تھا۔ اُن کے اجدادِ کرام مرشدزادۂ آفاق شہزادہ مرزا جہاندار شاہ کی سرکار سے تعلّق رکھتے تھے۔ سیّد زین العابدین مرحوم عرصہ تک ریاست رامپور میں عہدۂ جوڈیشل ممبر اسٹیٹ کونسل پر فائز رہ چکے تھے۔ اور سر سیّد اعظم کے دست راست بھی تھے اور حق رضا قتدا کر کے

مسلم یونیورسٹی کی مسجد کے گوشہ میں محوِ خواب ہیں۔

سیّد عین الدین کی ابتدائی تعلیم اُس زمانہ کے دستور کے مطابق مکتب میں شروع ہوئی' اور اُنھوں نے چند ہی سال میں علماء و فضلا کے حلقۂ درس میں شامل ہو کر درس کی تکمیل کر لی۔ درسی کتابیں ہر وقت اُن کے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ فارسی سے عشق تھا۔ اور سیکڑوں شعر اُن کی زبان پہ تھے۔ اس کے بعد وہ مدرسۃ العلوم علی گڈھ چلے گئے۔ اور وہاں خانصاحب محمد مظفر علی خاں (ریٹائرڈ ایکزیکٹیو افسر) اور خان بہادر مولوی حاجی شمس الحسن ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ سشن جج اُن کے اتالیق اور اُستاد رہے۔ سیّد عین الدین بلا کے ذہین تھے اور برابر پاس ہوتے گئے۔ چنانچہ ۱۹۰۱ء میں میٹرکولیشن ۱۹۰۳ء میں ایف اے۔ اور ۱۹۰۵ء میں بی اے پاس کیا۔

جب ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خاں کی سیاحت ہند میں متیقن ہو گئی تو نواب محسن الملک نے علی گڈھ کو بھی شاہانہ پروگرام میں

داخل کیے جانے کی کوشش کی اور ہز اکسلنسی لارڈ منٹو اور کرنل اسمٰعیل خاں سفیر افغانستان کی توجہ سے کامیابی ہوئی اور کالج سے دسمبر ۱۹۰۶ء میں سید عین الدین نواب محسن الملک کی سفارش سے لنڈی کوتل تک گئے۔ اور تمام ہندوستانی سیاحت میں ہندوستانی ندیم کی (Page) کی حیثیت سے ہز مجسٹی کے ہمرکاب ہونے کا شرف حاصل کیا اور اس سیاحت سے اُن کو غیر معمولی سیاست کا عملی تجربہ حاصل ہوا۔

۱۹۰۷ء میں سید عین الدین لنڈی کوتل تک ہز مجسٹی کو افغانستان پہونچانے گئے۔ اُن کی غیر معمولی قابلیت کو دیکھکر ہز مجسٹی بہت خوش ہوئے اور افغانستان میں ملازمت دینا چاہی۔ لیکن سید عین الدین نے ہندوستان کی ملازمت کو ترجیح دی۔ چنانچہ سر ہنری میکموہن فارن سیکرٹری نے سید عین الدین کو کلکتہ طلب کیا اور لوکل گورنمنٹ سے ڈپٹی کلکٹری کے لئے سفارش کی گئی۔ لیکن ایک دقت یہ ہو گئی کہ اس عہدہ پر اُس وقت تک براہ راست سوا تعلقداروں کے لڑکوں کے

کوئی اور شخص مقرر نہ کیا جاتا تھا اسلئے سید معین الدین سنہ ۱۹۰۹ء میں تحصیلدار مقرر کئے گئے اور محمد آباد کی تحصیل ضلع غازیپور میں تعینات ہوئے۔ غازیپور میں مسٹر پنڈت راما شنکر مصرا۔ ایس۔سی۔ ایس کلکٹر تھے۔ انھوں نے سید صاحب کی قابلیت اور آئندہ توقعات کا ذکر بارہا اپنی رودادوں میں کیا جو برابر وہ حکام بالا کو بھیجتے رہتے تھے۔ اسی کا اثر تھا کہ سنہ ۱۹۱۰ء کی نمائش میں کارخاص پر وہ الہ آباد تعینات کیے گئے۔ اور اکیلے تحصیلدار تھے جو ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ کے حضور میں پیش کیے گئے۔

سنہ ۱۹۱۲ء سے ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر منصرمانہ حیثیت سے فائز ہونا شروع ہوئے اور بلیا میں عارضی ڈپٹی کلکٹر بنا کر بھیجے گئے۔ لیکن سنہ ۱۹۱۳ء میں اس عہدہ پر مستقل کر دیئے گئے۔ اور حکام بالا برابر انکے فیصلوں کو عزت سے دیکھا کرتے تھے۔ اسی دور میں — کورٹ آف وارڈس کے محکمہ نے انکی خدمات کو مستعار لیا اور ڈمراؤں کا مشہور مقدمہ جیتا۔ کچھ دنوں تک مسٹر جاپلنگ کی سفارش سے وہاں رہے اور پھر کچھ عرصہ بعد اپنی سابقہ خدمت پر واپس ہوگئے۔

۱۹۱۹ء میں جب ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز نے ہندوستان کی سیاحت کی اُسوقت ہندوستان بہت پُرآشوب دور سے گزر رہا تھا اور سید صاحب آگرہ کے قائم مقام ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ وکلکٹر تھے۔ اسکے کچھ دنوں بعد مینپوری کے کلکٹر بھی مقرر ہوئے۔ مرادآباد۔ بریلی۔ مظفرنگر۔ اٹاوہ۔ لکھنؤ کے اضلاع میں نہایت درجہ نیکنامی سے ڈپٹی کلکٹری کی۔ اور اپنے انصاف۔ بے نظیر اخلاق اور جرأت کی بدولت ہی ہمیشہ اور ہر جگہ محبوب خلائق رہے۔ اور اسی کی وجہ سے بارہا محسود خلائق بھی رہے۔

۱۹۲۵ء میں لکھنؤ تعینات ہوئے اور یہیں کاکوری ڈکیتی کیس کے سلسلہ میں اسپیشل مجسٹریٹ کی حیثیت سے جس غیر معمولی قابلیت کا اظہار کیا وہ ظاہر من الشمس ہے لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ کاکوری ڈکیتی کیس میں جس محبت و اخلاق سے ملزمین کے ساتھ سید عین الدین صاحب نے برتاؤ کیا اُس کا اعتراف ملزمین نے بھی بارہا کیا اور آج بھی اُسکا اعادہ کرتے ہیں۔

اس مقدمہ کے بعد وہ مختصر رخصت لیکر علیگڈھ چلے گئے تھے لیکن پھر

سٹی مجسٹریٹی کے عہدہ پر لکھنؤ میں دوبارہ متعین ہوئے اور جس بیباکی جرأت وقابلیت سے لکھنؤ کی سٹی مجسٹریٹی کی ہے وہ ہمیشہ یادگار رہیگی۔ سٹی مجسٹریٹی کے دور میں سید صاحب کو سائمن کمیشن اور دیگر سیاسی مناقشات سے دوچار ہونا پڑا۔ لیکن سید صاحب کے احباب اور جاننے والے جانتے ہیں کہ کبھی سید صاحب نے رہنمایان وطن کے خلاف کوئی کلمہ بد نہ نکالا۔ حالانکہ اس دور میں بہت سے جاہ پرست افراد نے ان رہنمایان ملک وملت کو برا کہکر اپنی شہرت میں اضافہ کیا تھا۔ اسی دور میں سید صاحب کو پہلی بار ۱۹۲۸ء میں خانصاحبی کا اعزاز عطا ہوا اور دوسری ششماہی میں خان بہادری کے خطاب سے سرفراز کئے گئے اور گورنمنٹ ہاؤس کی شاہانہ ضیافتوں اور نوازشوں میں شریک ہوئے۔

سید صاحب بام ترقی پر گامزن تھے چنانچہ سکریٹریٹ میں حفظان صحت حکومت خود اختیاری اور طبی محکمجات کے انڈر سکریٹری مقرر ہوئے اور اسی کے ساتھ کونسل کے رکن بھی منتخب کئے گئے۔ جس قابلیت اور بیدار مغزی سے کونسل میں آپ نے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں وہ آج بھی لوگوں کی

زبان پر ہیں۔ یہیں ۱۹۳۲ء میں ایم۔ بی۔ ای کا خطاب عطا ہوا۔ اور ۱۹۳۴ء میں
لکھنؤ امپروومنٹ ٹرسٹ کے ایکزیکیٹیو افسر مقرر ہوئے۔ لوگ واقف ہیں کہ
یہاں ڈیڑھ برس کے مختصر قیام میں انقلاب ہو گیا۔ بہت سی نفیس اسکیمیں
تیار ہوئیں اور جسقدر لکھنؤ امپروومنٹ ٹرسٹ کو اس عہد میں فائدہ ہوا وہ
اظہر من الشمس ہے۔ جب ۱۹۳۵ء میں انسپکٹر جنرل محکمہ رجسٹری کی جگہ پر ایک مستقل
افسر کے تقرر کی ضرورت محسوس کی گئی تو ہز اکسلنسی سر ہیری ہیگ گورنر صوبجات
متحدہ کی حکومت نے اس ممتاز جگہ کیلئے سید صاحب ہی کو منتخب کیا۔ اور جب
کونسل میں یہ مسئلہ اظہار رائے کیلئے پیش ہوا تو بہت بڑی اکثریت کے ساتھ
انکا تقرر منظور کیا گیا۔ اور یکم جولائی ۱۹۳۶ء محکمہ رجسٹری کی تاریخ میں سونے
سے لکھنے کے قابل ہے کہ سید صاحب نے انسپکٹر جنرل رجسٹری کے عہدہ کا
جائزہ لیا اور عہدہ اتبک فائز ہیں۔ ایک سال کے محدود زمانہ میں جسقدر اہم
تبدیلیاں نظم و نسق میں اس محکمہ میں ہو گئی ہیں وہ آپ اپنی نظیر ہیں۔ اس سے
قبل محکمہ والوں کے حقوق کا کوئی لحاظ نہ کیا جاتا تھا۔ آپنے جائزہ لیتے ہی
ایک انسپکٹر اور ایک مرحوم سب رجسٹرار کے لڑکے کو سب رجسٹرار مقرر کیا۔ اور دوسرے
انتخاب میں ہیڈ کلرک اور ایک سب رجسٹرار کے لڑکے اور دوسرے سب رجسٹرار
کے بھائی کو سب رجسٹرار بنایا۔ سال ہی بھر میں تحصیلداروں کے ہاتھوں سے

کام نکالکر ۳ جدید سب رجسٹرار لوڈ ڈیویزن مقرر کئے اور ۳ سینیر سب رجسٹرار اور اپنے ہیڈ کلرک اور ایک انسپکٹر کو کارونیشن میڈل دلائے۔ ایک انسپکٹر کو خانصاحبی کا خطاب دلایا۔ سید صاحب اپنے ماتحتوں کے لئے آیۂ رحمت ہیں۔ سید صاحب بلا کے قابل اور محنتی ہیں۔ انکا مقصد زندگی کام کرنا ہے۔ چنانچہ ایک ستم ظریف نے خوب کہا ہے کہ جس بنگلہ میں بہت سے موٹر کھڑے ہوں اور کمرہ سے ٹائپ رائٹر کی آواز آتی ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بنگلہ یقیناً سید معین الدین صاحب کا ہوگا۔

سرکاری ملازمت کے قیود کے ساتھ ساتھ انکو ہمیشہ قومی تحریکات سے دلچسپی رہی ہے۔ چنانچہ جب ۱۹۳۲ء میں حج کمیٹی اس صوبہ میں قائم ہوئی تو وہ پہلے سکریٹری منتخب کئے گئے اور حج کمیٹی کی جو نمایاں خدمات بغیر معاوضہ سید صاحب نے سرانجام دی ہیں انکی یاد مدت تک حجاج کو فراموش نہیں ہو سکتی۔ مناسک حج اور رسالہ الحج صوبجاتی حج کمیٹی کی جانب سے شایع ہوئے۔ اور شیعہ زائرین کی سہولت کیلئے مناسک حج و زیارت بھی مرتب کرایا۔

اسکے علاوہ پرنس آف ویلس زولاجیکل گارڈنس کے سکریٹری بھی ہیں اور انکے دورِ نظامت میں جو نمایاں ترقیاں زندہ عجائب خانہ کو ہوئیں اسکی تصدیق

مسٹر ڈارلنگ صدر عجائب خانہ کے اُس صداقت نامہ سے ہو سکتی ہے جو انھوں نے سنہ ۱۹۳۶ء کی رپورٹ میں کی ہے۔ ابھی حال میں مسٹر اشتیاق علی صاحب جو کیوریٹر سپرنٹنڈنٹ عجائب خانہ کو خانصاحبی کا اعزاز دلایا ہے۔

سنہ ۱۹۳۶-۳۷ء کی نمائش میں سید صاحب کے ذریعہ سے ایک اسکیم لٹریری کانفرنس اور آل انڈیا مشاعرہ کے متعلق حکومت صوبجات متحدہ کو ڈائرکٹر انڈسٹریز کے ذریعہ سے بھیجی گئی تھی۔ اور جب وہ اسکیم سر جوالا پرشاد وزیر تعلیم اور روح روانِ نمائش نے منظور کی تو سید صاحب کو اُس مشاعرہ کا سکریٹری بنایا۔ چنانچہ اربابِ ذوق کو علم ہے کہ جس اعلیٰ پیمانہ کا مشاعرہ نمائش کے موقع پر ہوا اور جس قدر بہتر اجتماع شعراء اور سخن سنجوں کا اُسوقت ہوا وہ آجتک لکھنؤ میں نہ ہو سکا۔

اسکے علاوہ بھی مختلف کمیٹیوں اور انجمنوں کا کام سید صاحب کا رہین منت ہے چنانچہ شاہی وقف اسٹیٹ اینڈ طبی اسکول پراونشل سول سروس ایسوسیشن اور موٹر رجسٹریشن کے سکریٹری بھی رہ چکے ہیں۔ لکھنؤ میں جب وائسرائے آئے تو دربار وغیرہ اور اُن کے استقبال کے لئے سید صاحب ہی پر نظر انتخاب پڑی۔

سیّد صاحب کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ ہمہ وقت ہنستے رہتے ہیں۔ وہ بیحد مخلص اور
مہمان نواز ہیں۔ ہر شخص جسکو کسی قسم کی امداد یا مشورہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ
سیّد صاحب کے پاس بے تکلف آتا ہے اور خوش خرّم واپس جاتا ہے۔ تعصب
اور تنگ نظری سے انکو چڑھ ہے۔ ہزارہا ہندو انکے مخلص احباب میں ہیں۔
اور انکے لیے کارہائے نمایاں کیے ہیں۔

مذہباً مسلمان اور عقیدتاً سُنّی ہیں اور حضرت مولٰنا شاہ وارث حسین قدس
سرہٗ العزیز کے دست حق پرست پر خاندان قادریہ میں بیعت ہیں۔ آپ کو
اعراس میں حاضری کا شوق بھی ہے۔ ہر سال حضرت سلطان الہند
غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری دینا سعادت سمجھتے ہیں۔ اسیطرح کلیر شریف۔
بانسہ شریف۔ دیوہ شریف۔ رودولی شریف اور لکھنؤ میں حضرت مخدوم شاہ
مینا رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شاہ دوسی صاحبؒ۔ حضرت شاہ پیر محمد صاحبؒ
اور حضرت شاہ عبدالرحمٰن صاحب میں برابر حاضری دیا کرتے ہیں اور ثواب
دارین حاصل کرتے رہتے ہیں۔ اجمیر شریف جاتے وقت دہلی میں قطب صاحبؒ
محبوب الٰہی صاحبؒ۔ حضرت باقی باللہ صاحبؒ کے مزار پُر انوار پر ضرور حاضری
دیتے ہیں۔ آپکو فقراء سے خاص عقیدت ہے۔ نماز فجر و وظائف سے فراغت

حاصل کرنے کے بعد دفتر میں چلے آتے ہیں اور احباب اور سرکاری عمّال کو شرف باریابی بخشتے ہیں۔ سب سے پہلے ان بیواؤں اور شریف زادوں کے خطوط کا جواب لکھواتے ہیں جو مصیبت زدہ ہیں اور کسی امداد کیلئے اُنکے حضور میں خطوط بھیجتے ہیں۔ انکے دربار میں ایک سب رجسٹرار۔ ایک محرر رجسٹری۔ ایک تحصیل کا چپراسی۔ ایک سالک۔ ایک مجذوب۔ ایک تعلقدار۔ ایک ڈپٹی کلکٹر ایک جج ہائیکورٹ۔ ایک اخبار کا اڈیٹر۔ ایک سکریٹریٹ کا سپرنٹنڈنٹ۔ سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے ہیں۔ اور خود سید صاحب ٹائپ رائٹر پر اہم دستاویزوں کے فیصلے صادر کرتے رہتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ ہر شخص سے خندہ پیشانی سے بھی پیش آتے ہیں۔ کسی شخص کو یہ شکایت نہیں ہوتی کہ سید صاحب نے ہمارے ساتھ بے اعتنائی برتی۔ اردلیوں کو سخت ہدایت ہے کہ کسی آنے والے کو نہ روکو فوراً کارڈ پیش کرو۔ یہی وجہ ہے کہ سید صاحب محبوبِ خلائق ہو گئے ہیں اور دوست و دشمن دونوں اُن کے اخلاقِ حسنہ کے معترف ہیں۔

ایک بڑے شخص کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ اُسکو اپنے کام کے لئے کسی دوسرے کی احتیاج نہ ہو۔ یہ خوبی بدرجۂ اتم سید صاحب میں موجود ہے۔ جہاں

اور جس جگہ پر وہ رہتے ہیں اُسی حلقۂ اثر میں مشیر۔ محبوب و محسن بنجاتے ہیں آج کا کام کل پر نہیں ٹالتے۔ اور ڈرافٹ کرنے کے مشاق ہیں اور بڑے سے بڑے ڈرافٹ کو ایک ہی نشست میں لکھ ڈالتے ہیں۔

سید صاحب کے سوانح حیات پر تبصرہ کرنا آسان نہیں ہے۔ کیونکہ جس وقت سید صاحب مدرسۃ العلوم علیگڈھ میں داخل ہوئے وہ بہت پُر آشوب زمانہ تھا سر سید اعظم اپنی زندگی کے آخری دور سے گزر رہے تھے۔ خود علیگڈھ میں جدید اور قدیم خیالات کا تصادم تھا۔ کالج میں بھی یہ دور (۱۸۹۹ء تا ۱۹۰۷ء) بہت پُر آشوب تھا۔ سید محمود قومی بدقسمتی سے اپنی سو مزاجی کی بدولت اس قابل نہ تھے کہ ناگفتہ بہ خطرات میں قوم کے اس شکستہ جہاز کی ناخدائی کرسکتے۔ لامحالہ ۳۱۔ جولائی ۱۸۹۹ء کے اہم اجلاس میں ٹرسٹیوں نے اُنکو سبکدوش کرکے نواب محسن الملک کو سکریٹری اور قوم کا امین منتخب کیا۔ اسوقت قرض کی گرانباری انتظامی خرابی۔ قاعدہ اور قانون کا نقص اور عام بے اطمینانی۔ کالج کی انتظامی جماعت پر پرنسپل اور اسٹاف کی خواہش حکمرانی اور ٹیرن کی طرف سے اُسکے مخالف ٹرسٹیوں میں پارٹی بندی اور باہمی نفاق۔ پیران کہن سال پر نوجوانوں کی تمنائے فوقیت وغیرہ۔ غرضکہ یہ سب مناظر طلسمی سید علین الدین

صاحب کے تعلیمی دور میں گزرے اور اپنی بے نظیر حکمت عملی اور خداداد فراست وجرآت سے ان مشکلات کو دیکھا اور اپنے لئے ایک شاہراہ منتخب کرلی۔ اس دور میں سر انٹونی میگڈانل نے ۱۸ اپریل ۱۹۰۰ء کو سرکاری دفاتر میں ہندی حروف کے استعمال کی جو مشہور تجویز پیش کی جس سے اس صوبہ کے مسلمانوں میں حکومت کے خلاف زبردست بے چینی پھیل گئی۔ یہ دور بھی سید علیم الدین صاحب کے تعلیمی زمانہ میں گزرا۔ اسی زمانہ میں سر ارملڈ اور سکریٹری کی مخالفت کا بھی مظاہرہ کیا۔ اور ۱۹۰۵ء میں سر الفرڈ گیلی کمانڈر افواج احاطۂ بنگال سے ملاقات کی۔ پھر نومبر ۱۹۰۵ء میں لارڈ کچنر سپہ سالار افواج ہند کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ۸ مارچ ۱۹۰۶ء کو ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلس کا ورود کالج میں ہوا۔ غرضکہ سیاسی اور مذہبی دونوں حیثیات سے سید صاحب کا طالب علمی کا زمانہ بہت اہم تھا۔ تحفظ حقوق اور احتجاج کا پہلا حملہ جو ۱۹۰۰ء میں ہوا اُسوقت سید صاحب مدرسہ میں تعلیم پاتے تھے۔ اور جب سرکاری ملازمتوں میں مسلمانوں کے حقوق کا مسئلہ پیش ہوا۔ اور مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت کا سوال ۱۹۰۶ء میں شروع ہوا۔ اُسوقت سید صاحب انٹرنس کے طالب علم تھے اور جب ہندو مسلم منافرت باقاعدہ شروع ہوئی اُسوقت سید صاحب طالب علم ہی تھے۔ اور ۱۹۰۵ء میں جب تقسیم بنگالہ کے خلاف برادران وطن میں سخت ایجی ٹیشن پھیلا

اُسوقت سید صاحب بی۔ اے پاس ہو چکے تھے۔ اور جب شملہ میں منٹو مارلے اسکیم کے متعلق مسلم مطالبات کیلئے مسٹر آرچبولڈ پرنسپل کالج کے ذریعہ سلسلہ جنبانی ہوئی۔ اور سن ۱۹۰۶ء میں شملہ پر ڈیپوٹیشن پیش ہوا اُسوقت بھی سید صاحب پوسٹ گریجویٹ تھے۔ اور جب مصنوعات ملکی کی تحریک شروع ہوئی وہ دور بھی سید صاحب کا تعلیمی جدوجہد کا تھا۔ مسلم لیگ کا احیار۔ کانگرس کا سیاسی پلیٹ فارم سے نمایاں ہونا۔ سودیشی تحریک کا پرچار۔ کالج میں طلبار کی یورش۔ یہ سب اسی پر آشوب داستان کے رنگین باب ہیں جنہیں رہکر سید صاحب نے اپنے لئے ایک جدید شاہراہ قائم کی۔ میرے خیال میں سید صاحب خود اپنے دور کی جس وقت تاریخ لکھیں گے وہ بہت ہی اہم ہوگی کیونکہ سید صاحب دنیا کے سرد وگرم سے واقف ہیں اور آج بینظیر رہنما اور بے عدیل سرکاری افسر ہیں۔

سید صاحب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں رکھتے۔ لیکن پھر بھی عوام غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور اسی لئے اکثر افراد کو سید صاحب سے شکایات بھی ہوتی ہیں۔ لیکن جب وہ اس مسئلہ پر ٹھنڈے دل سے غور کرینگے کہ ہر وہ شخص جو محبوب خلائق ہوگا وہ کس طرح ہر شخص کے جذبات کی پذیرائی کرسکتا ہے تو یقیناً سید صاحب سے اُنکو شکایت نہ رہیگی

سید صاحب نہایت جری اور بہادر ہیں اور بسا اوقات لوگوں کی کمزوریاں اس بیباکی سے بے نقاب کر دیتے ہیں کہ وہ لوگ سید صاحب کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ سید صاحب کو خوشامد سے چڑھ ہے اور حتی الامکان جھوٹ مصلحت آمیز سے بھی احتراز کرتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ سید صاحب کا کردار سمجھنے میں غلط فہمی پیدا ہونے کا احتمال قوی ہے۔

سید صاحب کو فنونِ لطیفہ اور خصوصیت سے موسیقی سے عشق ہے اور جب موقع ملتا ہے قوالی ضرور سُن لیا کرتے ہیں اور ہندوستان کے تقریباً جبقدر کامل فن ہیں وہ سید صاحب کے حضور میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کر چکے ہیں۔ اور جب دماغ میں تکان محسوس کرتے ہیں تو سید صاحب قوالی سے دماغ کو جلا دیتے ہیں۔ سید صاحب کو چہل قدمی کا شوق ہے اور علی الصباح اور شام کو روزانہ ٹہلنے کے لیے جایا کرتے ہیں۔ اور مغرب کے بعد سے دس بجے شب تک دفتر کا کام کرتے ہیں اور شبکو جبتک مطالعہ نہ کریں انکو نیند نہیں آتی۔ کونسل چیمبر کتبخانہ کی تمام ضروری اور عمدہ کتابیں سید صاحب مطالعہ کر چکے ہیں۔ اور ہمیشہ کتابیں پڑھنے کا انکو شوق رہتا ہے۔ اخبارات میں حقیقت۔ ہمدم۔ نیّر اعظم۔ آفتاب۔ کاشتکار۔

اودھ اخبار۔ حق، اردو میں۔ اور پانیر۔ ایسٹرن ٹائمز۔ سنڈے ٹائمس۔ مانچسٹر گارڈین۔ ٹائمز آف انڈیا۔ السٹریٹیڈ ویکلی اور ریبنٹ، انگریزی میں۔ اور مختلف اخبارات و رسائل روزانہ مطالعہ کرتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ اس قدر وسیع الاحباب اور کثیر المشاغل شخص کس وقت ان اخبارات و رسائل کو دیکھتا ہے۔ لکھنؤ میں سید صاحب کو جو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ سید صاحب لکھنؤ کی تہذیب و مدنیت اور یہاں کی بود و باش کو بہت پسند کرتے ہیں اور اہل لکھنؤ بھی سید صاحب پر پورا بھروسا رکھتے ہیں۔

تقریر کے وقت سید صاحب کے منہ سے پھول جھڑتے ہیں اور آواز میں سحری کشش اور دلکشی ہے۔ اکثر لوگ جو ملنے آتے ہیں یا کسی نجی معاملہ میں گفتگو کرتے ہیں وہ انکی ذہانت کے قائل ہو جاتے ہیں۔ انکی خوش بیانی ایسی ہے کہ اکثر اوقات مخالف بھی انکی قابلیت کا لوہا مانتے ہیں۔ اکثر اہم کاموں میں جب معاملہ بگڑنے لگتا ہے اور یہ اندیشہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کہیں معاملہ نہ بگڑ جائے تو اسوقت سید علیم الدین صاحب کی فطری خوش بیانی۔ فصاحت و ظرافت سحر کا کام کرتی ہے۔ اور منقبض و مکدر چہرے بشاش اور شگفتہ ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ اپنے مخصوص احباب سے شب میں بعد نماز مغرب

گفتگو کرتے ہیں تو انکی باتوں اور تقریروں میں ظرافت کی چاشنی بڑا مزا دیتی ہے۔ دوران گفتگو میں ظرافت کبھی کبھی شوخی کی حد تک پہونچ جاتی ہے۔

مسٹر آغا حسن صاحب سابق پرائیوٹ سکریٹری مسٹر موتی لال مرحوم کا خیال ہے کہ سید صاحب کو دوسروں سے کام لینے کا بھی بڑا اچھا سلیقہ ہے۔ وہ کچھ ایسے مہر آمیز طریقہ سے کہتے ہیں اور اسطرح سے ہمت افزائی کرتے ہیں کہ لوگ خوشی خوشی انکا کام کرتے ہیں۔ اپنے ملازموں اور ماتحتوں سے بھی انکا یہی سلوک رہتا ہے کہ وہ انکی فرمائش کی تعمیل اسی تندہی اور شوق سے کرتے ہیں جس سے انکا کوئی ذاتی کام ہو اور انکے ماتحت وقت پر انکے لئے جان لڑا دیتے ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ سید صاحب مردم شناس نہیں ہیں لیکن میرا ذاتی تجربہ ہے کہ وہ بہت بڑے مردم شناس ہیں۔ تھوڑی سی ملاقات اور بات چیت میں وہ آدمی کو پوری طرح بھانپ لیتے ہیں۔ انکے ملنے والے اچھے اور برے ہر قسم کے آدمی ہیں۔ دنیا نیکوں ہی کیلئے نہیں اسمیں بدوں کا بھی حصہ ہے۔ اور شاید دنیا کی بہت کچھ رونق انھیں کے دم سے ہے۔ اسی لئے عین الدین صاحب دونوں قسم کے آدمیوں سے کام لینا جانتے ہیں۔ سید صاحب میں کمال ہے کہ وہ بدمعاش سے بھی کام لیتے ہیں لیکن یہ تصور کرکے کہ وہ بدمعاش ہے۔ اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی بات اسکے ساتھ ایسی کرتے ہیں کہ وہ سر نہیں اٹھا سکتا۔ اور سید صاحب اسکی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اسی سے وقت پر کام لیا کرتے ہیں اور اسکے جذبات سے کھیلا کرتے ہیں۔

انکا ذوق نہایت درجہ نفیس اور پاکیزہ ہے۔ رہنے سہنے، کھانے، پینے، پوشاک

غرض کہ انکی ہر چیز میں نفاست پائی جاتی ہے۔

سید صاحب کے متعلق منجم ہی یہ بتلا سکتا ہے کہ آئندہ ترقیاں وہ کیا ہیں جنپر سید صاحب گامزن ہونگے۔ لیکن ہم جہانتک انکی گزشتہ شاندار خدمات سے انکے مستقبل کا اندازہ کر سکتے ہیں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ سید صاحب انشاء اللہ بہت جلد کسی بڑی ریاست کے وزیر ہوکر ملک و ملت کی نمایاں خدمات انجام دینگے۔ خداوند تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ سید صاحب تو ملک و ملت کی تابناک خدمات انجام دیتے رہیں۔

سید صاحب نے دو شادیاں کیں۔ پہلی بیوی سے دو صاحبزادے مسٹر بدر الدین اور مسٹر زین العابدین اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ اور دوسری بیوی سے دو بچے ہنوز خردسال ہیں۔

اس خیر کا انسان کوئی ہو تو سہی
ذی مرتبہ، ذی شان کوئی ہو تو سہی
ہر شخص کی ملحوظ ہے خاطر داری
یوں دل کا نگہبان کوئی ہو تو سہی
